۱۹ر اکتوبر ۱۹۰۶ء

خطبہ جمعہ

تشہد اور تعوذ کے بعد آپ نے سورۃ البقرہ کی حسب ذیل آیت تلاوت فرمائی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَ مَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (البقرہ:۱۸۶)

تلاوت کے بعد آپ نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

ماہ رمضان ایسا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ درانحالیکہ تمام لوگوں کے لئے وہ بڑا ہدایت نامہ ہے اور روشن حجتیں ہیں۔ ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کرنے والے دلائل ہیں۔ پس جو تم میں سے پاوے اس مہینہ کو تو اس کو چاہئے کہ اس میں روزے رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو تو اور دنوں میں گن کر روزے رکھ لے۔ خدا تعالیٰ تمہارے لئے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور دشواری کو نہیں چاہتا

اور تاکہ تم پوری کرلو گنتی قضاشدہ روزوں کی اور تاکہ بڑائی بیان کرو اللہ کی اس پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

واضح ہو کہ یہ آیت دوسرے پارہ کے رکوع میں واقع ہے اور تتمہ ہے ان آیات کا جو اس سے پہلے فضیلت صیام میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ وَ عَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ:۱۸۴، ۱۸۵)۔ احادیث میں فضائل روزہ رکھنے کے بہت کثرت سے مکتوب ہیں جن کو محب صادق کسی قدر بدر میں شائع فرما رہے ہیں۔ لہٰذا میں اس وقت بحولہ وقوتہ تعالیٰ صرف قرآن مجید ہی سے کچھ فضائل صیام وماہ رمضان کے بیان کروں گا۔ الا ماشاء اللہ۔ لیکن واسطے تفقہ ان آیات کے اولاً چند امور کا بیان کردینا ضروری ہے امید کہ ان کو بتوجہ سنا جاوے گا۔

(۱)۔ اس آیت سے پہلی آیات میں اگر صیام سے مراد الٰہی رمضان شریف ہی کے روزے لئے جاویں تو تشبیہ بلفظ کما بخوبی چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ امم سابقہ پر رمضان شریف کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے بلکہ مختلف ایام کے روزوں کا رکھنا بغیر کسی خاص تعین کے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کے الفاظ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ بھی اسی کی طرف ناظر ہیں۔ دیکھو کتاب خروج کا باب ۳۴ اور کتاب دانیال کا باب دہم جس میں تین ہفتہ کے روزوں کا رکھنا حضرت دانیال کا ثابت ہوتا ہے اور کتاب سلاطین ۸:۱۹ چالیس دن کا روزہ رکھنا معلوم ہوتا ہے اور اعمال کے ۹:۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی بھی یہ روزے اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ رکھا کرتے تھے۔ غرض کہ تعین ایک ماہ رمضان کا کتب بائیبل سے روزوں کے لئے نہیں پائی جاتی۔ ہاں صرف اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ کے روزے بغیر تعین شہر رمضان کے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اگر یہاں پر صرف ایک ادنیٰ امر میں ایجاب میں ہی حرف کما تشبیہ کے لئے تسلیم کرلیا جاوے تو دوسرا امر یہ ہے کہ وَ عَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ سے رمضان کے روزے رکھنے اور نہ رکھنے میں اختیار ثابت ہوگا۔ ہاں البتہ صرف ایک فضیلت ہی روزہ رکھنے کی ثابت ہوسکتی ہے۔ کما قال تعالیٰ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ۔ لیکن در صورتیکہ مراد كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ سے رمضان کے ہی روزے ہونویں تو یہ مخالف ہے آگے کی آیت کے' جو بصیغہ امر فَلْیَصُمْهُ وارد ہے اور نیز مخالف ہے وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ کے' کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم عدت صیام شہر رمضان کا اکمال کرلو' نہ یہ کہ صیام اور فدیہ کے درمیان تم کو اختیار ہو۔ اور اگر

يُطِيْقُوْنَهٗ کے پہلے لَا مقدر مانا جاوے جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے تو اس طرح سے محذوفات کے ماننے میں مخالف کو بڑی گنجائش مل جاوے گی کہ جس آیت کو اپنے خیال کے مطابق نہ پایا اس کو اپنے خیال کے مطابق کوئی کلمہ محذوفات کا مان کر بنا لیا۔ ہاں البتہ اس امر کا انکار نہیں ہو سکتا کہ قرائن سے جملہ کلاموں میں اور نیز قرآن مجید میں اکثر محذوفات مان لئے جاتے ہیں اور اگر ہمزہ باب افعال کا سلب کے لئے کہا جاوے تو اَطَاقَ يُطِيْقُ کا محاورہ بمعنی عدم طاقت کے عرب عرباء سے ثابت کرنا ضروری ہو گا۔ مختار الصحاح میں تو لکھا ہے۔ وَالطَّوْقُ اَيْضًا اَلطَّاقَةُ وَاَطَاقَ الشَّيْءَ اَطَاقَةً وَهُوَ فِيْ طَوْقِهٖ اَيْ فِيْ وُسْعِهٖ۔ اور یہی محاورہ مشہورہ ہے۔ پس ہمزہ سلب کے لئے اس میں ماننا غیر مشہور ہے اور الفاظ قرآن مجید کے معانی حتی الوسع مشہور ہیں یعنی مناسب ہیں نہ غیر مشہور اور اگر یہ سب کچھ تسلیم بھی کر لیا جاوے تو اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اس کے منافی ہے کیونکہ اس کا مفہوم صرف روزے رکھنے کی فضیلت ہے نہ لزوم روزوں کا۔ حالانکہ رمضان کے روزے فرض و لازم ہیں نہ غیر لازم یا اختیاری۔ جیسا کہ فَلْيَصُمْهُ اور وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ سے ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر يُطِيْقُوْنَهٗ کی ضمیر فدیہ کی طرف راجع کی جاوے تو بلاوجہ توجیہ کے اضمار قبل الذکر لازم آوے گا اور اگر پھر اضمار قبل الذکر بھی تسلیم کر لیا جاوے تو ضمیر مذکر کی لفظ فدیہ کی طرف جو مونث ہے راجع ہو گی پھر اس میں تاویل در تاویل یہ کرنی پڑے گی کہ مراد فدیہ سے چونکہ طعام ہے اس لئے ضمیر مذکر لائی گئی اور یہ سب امور تکلفات سے خالی نہیں ہیں۔

تیسرا امر یہ ہے کہ مریض اور مسافر کا حکم پہلے ایک مرتبہ بیان ہو چکا ہے۔ پھر آیت شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کے آگے اس کا مکرر لانا کس فائدہ کے لئے ہے۔ اگر کہا جاوے کہ واسطے تاکید کے، تو اس پر کہا جاوے گا کہ یہاں پر مقصود تاکید کب ہے۔ کیونکہ اول تو "بین الفدیہ والصیام" اجازت دی گئی ہے اور ثانیاً وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ فرما کر صرف روزے کی فضیلت بیان فرمائی ہے نہ لزوم جس کی تاکید کے لئے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ دوبارہ فرمایا جاتا۔ اندریں صورت تکرار بے سود لازم آتا ہے اور اگر مکرر ہی فرمانا تھا تو وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ کو بھی مکرر لایا جاتا۔ خلاصہ یہ کہ ایک جگہ تو فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ کے آگے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ بھی فرمایا گیا اور اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ بھی ارشاد ہوا اور دوسری جگہ پر فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ کے آگے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ارشاد ہوا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں دو قسم کے روزے ہیں جن کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے۔ یہ بیان تو اس صورت میں تھا کہ مراد الصیام سے صیام رمضان ہی ہووے۔

شق دوم۔ اور اگر پہلی آیت سے علاوہ رمضان کے دوسرے روزے مراد لئے جاویں مثلاً ایام بیض کے روزے یا ستہ شوال وغیرہ جن کی فضیلت بھی کتب معتبرہ احادیث میں لکھی ہوئی ہے اور علماء و فقہاء نے ان روزوں کی فضیلت میں یہاں تک لکھا ہے کہ جس نے رمضان اور ستہ شوال کے روزے رکھے اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھ لئے اور اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک نیکی کا ثواب وہ اللہ رحمٰن ورحیم دس گنا عطا فرماتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام:۱۶۱) یعنی جو شخص ایک نیکی بجالاوے گا تو اس کو اس نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا۔ تو تیس روزوں کا ثواب تین سو روزوں کا ثواب ہوا اور چھ روزوں کا ثواب ساٹھ روزوں کا ثواب ہوا اور سال تمام کے قمری دن بھی تین سو ساٹھ (۳۶۰) ہی ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اگر ایام بیض کے تین روزے دس ماہ کے لئے جاویں تو بھی تیس روزے ہوتے ہیں جس کے تین سو ہوئے اور پھر ستہ شوال بھی لیا جاوے جس کے ساٹھ ہوئے، تو بھی تین سو ساٹھ روزوں کا ثواب حاصل ہو گیا اور صیام فرض رمضان کے اس پر علاوہ رہتے ہیں۔ اور صرف دس ماہ ہی کے ایام بیض اس واسطے لئے گئے کہ ایک ماہ رمضان کا علیحدہ رہا اور چونکہ ستہ شوال کا بھی لے لیا گیا ہے لہٰذا اس حساب میں شوال کے ایام بیض بھی نہیں لئے گئے بلکہ صرف دس ماہ کے ایام بیض لے لئے گئے ہیں۔ الحاصل اندریں صورت چونکہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (البقرہ:۱۸۴) سے ان کی فرضیت مفہوم ہوتی ہے حالانکہ یہ روزے ایام بیض وغیرہ کے لازم نہیں ہیں۔ اس لئے اس شق کی صورت میں مفسرین اس آیت کو دوسری آیت فَلْيَصُمْهُ اور یا وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ سے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ مگر ایک کلام کے سلسلہ میں ایسا ناسخ و منسوخ ماننا عظمت شان کلام الٰہی کے بالکل منافی ہے۔ چہ جائیکہ بموجب مسلک ان مفسرین کے جو کسی آیت قرآنی کو منسوخ مانتے ہی نہیں۔ پھر ایک ایسے کلام کے سلسلہ میں جو متصل ہے ناسخ منسوخ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اب خلاصہ کلام یہ ہوا کہ کوئی ایسی توجیہ صرف نظم قرآن مجید سے ہی پیدا کرنی چاہئے جس سے نہ تو کوئی محذوف ماننا پڑے، نہ اضمار قبل الذکر لازم آوے، نہ ضمیر مذکر کی مونث کی طرف راجع ہو، نہ ناسخ منسوخ کا ماننا پڑے، نہ کسی قسم کا تخالف آیات مذکورہ کے مفہومات میں لازم آوے اور نہ عدم فرضیت روزوں رمضان کے مفہوم ہووے کیونکہ عدم فرضیت صیام رمضان کی ادلہ شرعیہ کے محض خلاف ہے۔ اگر کسی توجیہ سے یہ تکلفات رفع ہو جاویں تو البتہ شلج صدر ان آیات کے تفقہ میں حاصل ہو سکتا ہے۔ اب اس جلسہ خطبہ میں صرف ایک توجیہ بیان کی جاتی ہے۔ اگر اہل علم حاضرین جلسہ کے نزدیک یہ پسند آجاوے تو زہے عزو شرف ورنہ وہ خود بعد خطبہ کے بیان فرماویں اور اگر بعد خطبہ کے کسی صاحب

نے اہل علم میں سے کوئی تطبیق اور توجیہ دیگر بیان نہ فرمائی تو یہی ثابت ہو گا کہ یہ ہی تطبیق ان کو پسند ہے اور وہ تطبیق یہ ہے کہ اسلام میں دو قسم کے روزے ہیں جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ ایک لازم اور دوسرے غیر لازم۔ چونکہ روزہ جو بہ نسبت دیگر عبادات کے ایک عمدہ عبادت ہے جس سے مومن متبع انوار الٰہی کو حاصل کر سکتا ہے اور مکالمات الٰہی کا تجلی گاہ ہو سکتا ہے جیسا کہ کلام نبوت میں وارد ہوا ہے کہ اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (بخاری۔ کتاب الصوم) یعنی بصیغہ مجہول ترجمہ روزہ مومن کا خاص میرے ہی لئے ہوتا ہے جس میں ریا وغیرہ کو کچھ دخل نہیں اور اس کی جزا میں خود ہو جاتا ہوں۔ یا اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ بصیغہ معروف کہ میں بلا وساطت غیرے خود اس کی جزا دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ من الاحادیث الصحیحہ۔ یہ احادیث اس امر پر صریح دال ہیں اور سر اس میں یہی ہے کہ انسان روزے میں فجر سے لے کر شام تک تینوں خواہشوں' کھانے' پینے' جماع سے رکا رہتا ہے اور پھر اس کے ساتھ اپنے آپ کو ذکر الٰہی' تلاوت' نماز' درود شریف کے پڑھنے میں مشغول رکھتا ہے تو پھر اس کی روح پر عالم غیب کے انوار کی تجلی اور ملاء اعلیٰ تک اس کی رسائی کیونکر نہ ہو گی۔ اور یہ جو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ رمضان شریف میں شیطان زنجیروں میں بند کئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ملہم غیبی آواز دیتا ہے کہ اے طالب نیکی کے! اس طرف کو آ اور اے برائی کے کرنے والے! کوتاہی کر۔ یہ سب ایسی احادیث اسی امر لطیف کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ ظلمات جسمانیہ کے دور کرنے کے لئے روزہ سے بہتر اور افضل کوئی عبادت نہیں اور انوار و مکالمات الٰہیہ کی تحصیل کے لئے روزہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ نے جب کوہ طور پر تیس بلکہ چالیس روزے رکھے تب ہی ان کو تورات ملی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غار حرا کے اعتکاف میں روزوں کا رکھنا ثابت ہے جس کے برکات سے نزول قرآن کا شروع ہوا اور خود قرآن مجید بھی اسی طرف ناظر ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ اور مسیح موعود نے بھی چھ ماہ یا زیادہ مدت تک روزے رکھے ہیں جن کی برکات سے ہزاروں الہامات کے وہ مورد ہو رہے ہیں۔ بدیں وجوہ موجہ قرآن اور اسلام نے جو جامع تمام صداقتوں اور معارف کا ہے دونوں قسم کے روزوں کو واسطے حاصل ہونے مزید تصفیہ قلب کے ثابت و برقرار رکھا۔ ہاں دونوں قسموں کے حکم جداگانہ فرما دیئے گئے۔ صیام غیر لازم کا حکم تو یوں فرمایا کہ وَ عَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ اور صیام لازم کا حکم یوں ارشاد ہوا کہ فَلْیَصُمْهُ اور وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ آگے رہا لفظ کُتِبَ' جس کے معنے مفسرین فرض لکھتے ہیں۔ اس کی نسبت یہ گزارش ہے کہ کچھ ضروری نہیں کہ اس کے معنی فرضیت ہی کے لئے جاویں بلکہ جو حکم شرعی لازم یا غیر لازم ہو'

اس کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ شرع اسلام میں مکتوب یا لکھا ہوا ہے خواہ وہ حکم لازم ہو یا غیر لازم۔ یہ اصطلاح علماء ہی کی ہے نہ قرآن مجید کی اصطلاح' کیونکہ لفظ کتاب یا اس کی مشتقات قرآن مجید میں صدہا جگہ آئے ہیں' تاہم وہاں پر مراد الٰہی فرضیت نہیں ہے۔ کما قال تعالیٰ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ (البقرہ:۲۸۳) اَيْضًا يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ (البقرہ:۸۱) وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْاٰيَاتِ الْكَثِيْرَةِ۔ آگے رہا حکم شیخ فانی' مرضعہ' پیر ضعیف یا جوان نہایت لاغر و نحیف وغیرہم کا جن پر روزہ رکھنا نہایت درجہ پر شاق معلوم ہوتا ہے۔ سو یہ سب لوگ بایں شرط مشقت حکم مریض میں داخل ہیں کیونکہ تعریف مریض کی ان پر صادق آتی ہے کہ ان کے جملہ قویٰ کے افعال اپنی حالت اصلی پر باقی نہیں رہے۔ اگر یہ لوگ فدیہ بھی دیویں تو مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ پر قیاس کئے جاسکتے ہیں مگر فدیہ بھی اسی شخص پر ہے جو فدیہ دینے کی طاقت رکھتا ہو۔ ورنہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کا روزہ افطار کرنے والے نے خود الٹا ساٹھ مسکینوں کا طعام فدیتاً لے لیا ہے کمافی المشکوۃ اور خود قرآن مجید ہی فرماتا ہے کہ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ:۱۸۶) اور لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:۲۸۷) وغیرہ وغیرہ من الآیات۔

اس توجیہ سے وہ تکلفات جو مذکور ہوئے نہیں لازم آتے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ اب واضح ہو کہ جس قدر احکام شرع اسلام میں مقرر ہیں ان میں اسرار عجیبہ اور لطائف غریبہ غور کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہاں پر جو شَهْرُ رَمَضَانَ واسطے صیام کے اللہ تعالیٰ کے کلام میں مخصوص فرمایا گیا اس میں ایک عجیب سر یہ ہے کہ یہ مہینہ آغاز سنہ ہجری سے نواں (۹) مہینہ ہے۔ یعنی ۱۔ محرم ۲۔ صفر ۳۔ ربیع الاول ۴۔ ربیع الثانی ۵۔ جمادی الاول ۶۔ جمادی الثانی ۷۔ رجب ۸۔ شعبان ۹۔ رمضان۔ اور ظاہر ہے کہ انسان کی تکمیل جسمانی شکم مادر میں نو ماہ میں ہی ہوتی ہے اور عدد نو کا فی نفسہ بھی ایک ایسا کامل عدد ہے کہ باقی اعداد اسی کے احاد سے مرکب ہوتے چلے جاتے ہیں' لاغیر۔ پس اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہوا کہ انسان کی روحانی تکمیل بھی اسی نویں مہینے رمضان ہی میں ہونی چاہئے اور وہ بھی اس تدریج کے ساتھ کہ آغاز شہور ہجری سے ہر ایک ماہ میں ایام بیض وغیرہ کے روزے رکھنے سے بتدریج تصفیہ قلب حاصل ہوتا رہا۔ جیسا کہ شیخ نے کہا ہے کہ ؎

صفائی بتدریج حاصل کنی
تامل در آئینہ دل کنی

حتیٰ کہ نواں مہینہ رمضان شریف کا آگیا تو اس کے لئے یہ حکم ہوا کہ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

فَلْيَصُمْهُ (البقرہ:۱۸۶)۔ یہاں تک کہ مومن متبع کو روزے رکھتے رکھتے آخر عشرہ رمضان شریف کا بھی آ گیا۔ پس اب تو ظلمات جسمانیہ اور تکدرات ہیولانیہ سے پاک وصاف ہو گیا تو عالم ملکوت کی تجلیات بھی اس کو ہونے لگیں اور طاق تاریخوں میں مکالمات الٰہیہ کا مورد ہو گیا اور یہی حقیقت ہے لیلۃ القدر کی جو آخری عشرہ میں ہوتی ہے اور اس لئے شارع اسلام نے تعیین لیلۃ القدر کی ۲۷ شب مقرر فرمادی کیونکہ در صورت ۲۹ دن ہونے شہر رمضان کے وہی ۲۷ شب آخری طاق شب ہو جاتی ہے' جس میں تکمیل روحانی انسان متبع کے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہ شب ۲۷ کی ایک عجیب مبارک شب ہے جس میں قرآن مجید بھی نازل ہوا۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (القدر:۲-۴)۔ ایضاً قال تعالیٰ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (الدخان:۴)۔ اور چونکہ یہ شب مبارک اور لیلۃ القدر دونوں رمضان شریف ہی میں ہوتی ہیں لہٰذا ان تینوں آیتوں میں کوئی اختلاف بھی باقی نہیں رہا۔ اور اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں ضمیر مذکر غائب کا مرجع اس لئے مذکور نہیں ہوا ہے کہ جملہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد درجہ منتظر تھے کیونکہ تمام کتب میں آپ کی بشارات اور صفات حمیدہ موجود تھیں اور اب تک موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام آپ کے منہ میں ڈالا جانا بھی بائیبل میں اب تک پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کلام الٰہی کے نزول کا بھی ان کو سخت انتظار تھا اور نیز مشرکین عرب اپنے باپ دادوں سے سنتے چلے آتے تھے کہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے بنی اسمٰعیل میں ایک نبی عظیم الشان مبعوث ہونے والا ہے۔ لہٰذا جملہ اہل مذاہب اور اہل کتاب کو اس نبی آخر الزمان اور نزول کلام الٰہی کا انتظار تھا اور ان میں آپ کی بعثت کا ذکر خیر رہتا تھا جیسا کہ سورہ بینہ کی ہماری تفسیر سے واضح ہے۔ اس لئے اَنْزَلْنَاهُ کے مرجع کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ مرجع کے ذکر کرنے میں وہ نکتہ حاصل نہ ہوتا تھا جو اس کے عدم ذکر کرنے میں ایک لطیفہ حاصل ہوا۔ اس لئے مرجع ضمیر "انزلناہ" کا ذکر سابق میں نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس کا ذکر تو کل اہل کتاب اور مشرکین عرب میں موجود ہے۔

اسی طرح پر الہام اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۹۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳) میں بھی مرجع کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔ چونکہ اب بھی کوئی فرقہ مذہبی اس قرن میں ایسا موجود نہیں ہے جو ایک مصلح کامل کا منتظر نہ ہو۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ بھی مسیح اور الیاس کے نزول کے منتظر ہیں اور اہل اسلام بھی مہدی معہود اور مسیح موعود کے نزول کا انتظار کر رہے ہیں اور ہنود بھی کلنکی اوتار کرشن علیہ السلام کی آمد کے لئے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں اور تمام عقلاء اور علماء کی انجمنیں ایک مصلح کامل کو بلا

رہی ہیں۔ اس لئے مرجع کے ذکر کرنے کی یہاں پر بھی ضرورت نہیں بلکہ ذکر کرنے مرجع میں کلام الٰہی عالی مقام بلاغت سے نیچے اتر جاتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ پیشین گوئی براہین احمدیہ میں مندرج ہے جس کو مدت پچیس یا چھبیس سال کے منقضی ہو گئے ہیں اور اب اس الہام کا منجاب اللہ ہونا ایسا ثابت ہو گیا' جس میں سخت معاند بھی کوئی اعتراض پیدا نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ جس وقت میں یہ الہام ہوا ہے اس وقت میں کوئی کتاب متضمن معارف اور حقائق قرآن مجید کی قادیان سے دنیا میں بکثرت شائع نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اگر اس وقت سے لے کر اس وقت تک نظر کی جاوے تو ہر ایک اہل بصیرت پر مشاہدہ ہو گا کہ ہزاروں معارف قرآن مجید کے من ابتدائے اشاعت براہین احمدیہ لغایت اشاعت حقیقۃ الوحی قادیان سے تمام دنیا میں شائع ہو چکے ہیں اور حقیقت قرآن مجید اور نبوت محمدیہ کی حجت جملہ اہل مذاہب پر خواہ یہود ہوں یا نصاریٰ' آریہ ہوں یا سناتن دہرم' سکھ ہوں یا نیچری' کل پر پوری کر دی گئی ہے اور کی جاتی ہے اور کی جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر اس پچیس چھبیس برس کی کتابوں کو جمع کیا جاوے تو ایک بڑے مکان میں بھی وہ نہ سما سکیں گی۔ پس اگر یہ الہام منجانب اللہ نہیں تھا تو کیوں پورا ہوا؟ قادیان کوئی بڑی بستی نہیں تھی جس سے مانند مصر و یونان کے' چشمے علم و حکمت کے جاری ہو جاتے اور علم و حکمت بھی وہ جو مصداق ہو يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (البقرہ:۱۳۰) کا۔ کیا اچھا کہا ہے حالی نے جو قادیان کے بھی حسب حال ہے۔ اب حالی صاحب کو بھی حال قادیان سے غیرت پکڑنا چاہئے۔

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی
نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبع بشر تھی
خدا کی زمیں بن جتی سر بسر تھی

مع ہذا۔ اگر یہ الہام من جانب اللہ نہ ہوتا تو پھر ایسی چھوٹی سی بستی سے یہ چشمے معارف قرآنی اور حقائق اسلامی کے تمام دنیا میں کیونکر جاری ہو سکتے تھے کہ جن کی نہریں تمام دنیا امریکہ۔ یورپ یعنی جرمن' فرانس۔ روس۔ جاپان وغیرہا میں جاری ہو چلی ہیں۔ دیکھو کارخانہ ریویو آف ریلیجنز 'الحکم' بدر' تعلیم الاسلام اور تشحیذ الاذہان وغیرہا کو۔ اور قَرِيبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ معارف اور حقائق قرآنی جو مصداق هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:۱۸۶) کے ہیں' ان میں اور قادیان کے لوگوں میں ایک پردہ غلیظ واقع ہو رہا ہے جس کی وجہ سے فِي الْقَادِيَانِ نہ فرمایا گیا۔

اور فی الحقیقت عموماً حال یہ ہے کہ جو شخص مامور من اللہ ہو کر دنیا میں آتا ہے اس میں اور دوسرے لوگوں میں کسی نہ کسی قدر پردہ ضرور ہی ہوا کرتا ہے اور اس پردہ اور حجاب کے رفع کرنے میں سخت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (یٰس:۱۰)۔ ہاں اگر کوئی طالب صادق ہوتا ہے اور ظلمات' عناد اور تعصب سے دور ہو جاتا ہے تو پھر ان انوار معارف سے ایسا شخص منور اور بہرہ ور بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بلحاظ اس پردہ و حجاب کے قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ فرمایا گیا نہ فِی الْقَادِيَانِ۔ اور یہ امر تو ظاہر ہے کہ بستی سے مراد بستی والے بھی ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک محاورہ ہے جو ہر ایک زبان میں جاری ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ شریعت اسلام میں تمام اوقات عبادات اور ازمنہ روحانیات کو ایک دور کے ساتھ قائم کیا ہے جس طرح پر جسمانیات اور زمانیات میں بھی یہ دور مشاہدہ ہو رہا ہے۔ دیکھو فصل بہار کو کہ ہر ایک سال دورہ کرتی رہتی ہے اور نظر کرو تمام ثمار اور غلہ جات وغیرہ کو کہ اپنے اپنے وقت پیداوار پر دورہ کرتے رہتے ہیں اور غذائے انسان و حیوانات ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر نظام روحانی کا انتظام منجانب اللہ فرمایا گیا ہے۔ دیکھو ایک ہفتہ ہی کو کہ یوم جمعہ ہمیشہ دورہ کرتا رہتا ہے جس کی برکات سے مومنین کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور ہفتہ بھر کی خطیئات کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ پھر دیکھو رمضان شریف اور موسم حج کو اور لیلۃ القدر وغیرہ کو کہ ہر سال ایک مرتبہ ان کا دورہ ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ اسی لئے کہ مومنین کا ایمان ان کی برکات سے تازہ ہوتا رہے اور تجلیات الہیہ کا ورود جن میں مکالمات الہیہ ہیں' مومن متبع پر ہوتا رہے۔ اسی طرح پر ہر ایک صدی پر واسطے تجدید دین اسلام کے مجددین کا دورہ ہوتا رہتا ہے كَمَا فِی الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ۔ چنانچہ اس چودھویں صدی میں دورہ مسیح موعود کا ہو رہا ہے۔ یہ مسیح موعود عنداللہ قمر بھی ہے اور ایک لحاظ سے شمس بھی ہے۔ كَمَا ثَبَتَ فِیْ مَحَلِّهٖ۔ یہ شمس و قمر کا دورہ رمضان شریف کے ساتھ بڑی مناسبتیں رکھتا ہے۔ یعنی جس طرح پر رمضان شریف میں ایک قسم کی نفس کشی بسبب امساک کے اکل و شرب سے اور جماع سے کی جاتی ہے اسی طرح پر اس دور قمر میں مومنین متبعین کو کسی قدر صعوبتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ بلکہ بعض متبعین کو ترک اکل و شرب و جماع کا بھی تائید اسلام اور تبلیغ دین حق کے لئے کرنا پڑا ہے کہ اکثر جگہ پر ازواج میں باہم تفریق واقع ہو گئی اور مخالفین اکثر مخلصین کے اکل و شرب میں بھی حارج ہوئی۔ دوسری مناسبت رمضان کو اس دور قمر کے ساتھ یہ ہے کہ جو معارف قرآنی بذریعہ اس شمس و قمر کے دنیا پر منکشف ہوئے وہ پچھلی صدیوں میں نازل نہیں ہوئے تھے اور رمضان کی خصوصیات سے ضروری ہے کہ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ

بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ (البقرہ:۱۸۶) کا نزول ضرور ہو۔ یہ تینوں امور نزول قرآن مجید کے لئے اس لئے ضروری ہیں کہ ایک تو ہدایت عام ہوتی ہے تمام آدمیوں کے لئے۔ دوسرے اس ہدایت کے دلائل قطعیہ اور شواہد یقینیہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کا مصدق کسوف وخسوف ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ اور دیگر بینات واقع ہوئے۔ تیسرے اس ہدایت عامہ کے لئے الفرقان ہونا چاہئے جیسا کہ واقعہ لیکھرام اور چراغ دین کے اس کے شواہد ہیں وغیرہ وغیرہ' جو اس خطبہ میں مفصل بیان نہیں ہو سکتے۔ پس جب ان ہر سہ امور کا نزول اس دور شمس و قمر میں ہم کو مشاہد ہو رہا ہے تو پھر ہم کیونکر تسلیم نہ کریں کہ زمانہ بعثت اس مسیح موعود کو ساتھ شہر رمضان کے بالضرور ایک مناسبت قوی ہے کما قال اللہ تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ۔ پس اگر یہ زمانہ مسیح موعود کا شہر رمضان کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا تو پھر یہ نزول قرآن یعنی رد شبہات تمام فرق باطلہ کا قرآن مجید سے کیوں ہو رہا ہے؟ ہر ایک اہل بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ علت کے وجود سے معلول کا وجود سمجھا جاتا ہے اور معلول کے وجود سے علت کا وجود سمجھ میں آجاتا ہے اور جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بعثت کا ایک عظیم الشان لیلۃ القدر تھا کما قال اللہ تعالیٰ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (القدر:۳)۔ اسی طرح پر یہ آخری زمانہ یعنی دور شمس و قمر کا زمانہ ایک قسم کی لیلۃ القدر ہے کہ اس میں بھی اس مسیح موعود علیہ السلام پر نزول ملائکہ اور روح یعنی جبرائیل کا ہو رہا ہے جس کو کوئی مخالف نہیں ٹال سکتا کیونکہ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (القدر:۵) ہے۔ اور اسی لئے یہ مسیح موعود سلامتی کا شہزادہ ہے کمافی الالہام و کما قال اللہ تعالیٰ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر:۶)۔ چونکہ معارف الہامات مسیح موعود کے بے نہایت ہیں' اس لئے میں اب اس خطبہ کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَ نَفَعَنَا وَ اِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَّادٌ قَدِيْمٌ كَرِيْمٌ مَّلِكٌ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

یہاں پر ایک رؤیا کا درج کرنا جو بتاریخ ۱۲ / اکتوبر ۱۹۰۶ء کو بمقام امروہہ خاکسار کو ہوئی تھی بحکم تحدیث بالنعمۃ کے ضروری ہے۔ ۱۲ / تاریخ کی شب کو میں نے دیکھا کہ میں کسی شہر میں ہوں اور ایک مکان میں ایک تخت پر بیٹھا ہوا ہوں۔ کچھ لوگ تخت سے نیچے بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ تخت کے اوپر بھی ہیں اور میں بڑے زور و شور سے صرف اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ:۵) کی تفسیر سے مسلک احمدیہ اور دعاوی حضرت مسیح موعود کو ثابت کر رہا ہوں۔ تمام مضمون کلام تفسیری مجھ کو یاد نہیں رہا مگر ماحصل اس مضمون کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہم کو یہ آیت تعلیم فرمائی ہے' اس سے مقصود الٰہی

یہ ہے کہ نمازہائے پنجگانہ کی ہر ایک رکعت میں ہم بصدق دل اس آیت کا اقرار بجناب باری ادا کرتے ہیں اور خارج نماز سے مدام اس اقرار پر ہمارا عمل درآمد بھی رہے۔ تب یہ عبادت مقبول ہو گی اور ہماری استعانت پر اللہ تعالیٰ کی اعانت بھی ہم کو پہنچے گی۔ اب یہ تو ظاہر ہے جو شخص مامور من اللہ ہو کر دنیا میں مبعوث ہوتا ہے اس کے لئے بعد نمازہائے پنجگانہ کے سب عبادات سے عظیم ترین عبادت تبلیغ مَا اُنْزِلَ اللّٰهُ اِلَيْهِ ہوتی ہے کما قال تعالیٰ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ:۶۸)۔ اب اس چودھویں صدی میں ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ حسب وعدہ الٰہی مندرجہ قرآن مجید و بموجب حدیث صحیح کے کوئی مجدد اس سرصدی پر بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں؟ تو مانند شمس نصف النہار کے بڑی شہرت کے ساتھ اس دعوی اور مدعی کو موجود پاتے ہیں کہ ایک شخص معظم یعنی حضرت اقدس مرزا غلام احمد اس عبادت تبلیغ کو بعد نمازہائے پنجگانہ کے ایسی جان توڑ کوشش کے ساتھ ادا کر رہے ہیں کہ تمام اقطار ارض میں ان کی تبلیغ پہنچ گئی ہے اور ان کی تبلیغ سے نہ یورپ محروم اور نہ امریکہ' نہ روس اور نہ جاپان۔

پھر ہم نظر ثانی کرتے ہیں کہ ان کی استعانت پر جناب باری سے ایسی اعانت بھی پہنچ رہی ہے کہ اس کی نظیر بصیغہ قلمی اور دعا کے ذریعہ اس مدت اسلامی تیرہ سو سال میں ہم کو نہیں ملتی۔ پس جبکہ یہ عبادت تبلیغ اور اعانت الٰہی کی اس شخص میں ہم مشاہدہ پاتے ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ شخص بالضرور مامور من اللہ ہے اور جو اس کے دعاوی ہیں' یہ سب صادق اور مصدوق الٰہی ہیں' ورنہ پھر مضمون اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا صادق نہ رہے گا۔ و نعوذ باللہ منہ۔ کیونکہ اس آیت کا مضمون جو اس طرف صریح اشارہ کر رہا ہے کہ جو شخص مدعی ماموریت کا عبادت تبلیغ کی بجالا رہا ہے اور وہ جناب باری میں مقبول بھی ہو گئی ہے کیونکہ اس کی استعانت پر اعانت الٰہی برابر پہنچ رہی ہے تو وہ مدعی بالضرور صادق و مصدوق ہے خواہ اس دلیل کو دلیل لمی کے طور پر مانو یا بطور دلیل انی کے اس کو سمجھ لو۔ مدعا ہر حال میں ثابت ہے یعنی خواہ آفتاب کے وجود سے دن کا موجود ہونا سمجھ لو یا دن کے موجود ہونے سے آفتاب کا وجود تسلیم کر لو' مطلب بہر حال حاصل ہے۔ هٰذَا مَا اَلْهَمَنِيْ رَبِّيْ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا نَهْتَدِيْ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ۔

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۸---۱۰ر نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ تا ۵)

☆-☆-☆-☆